مولانا شہاب الدین صاحب ندوی

سائنس اور اسلام

علوم طبیعی کی اہمیت قرآن کی نظر میں

موجودہ دور میں قرآن عظیم جیسی بے مثال رہنما کتاب کے موجود ہوتے ہوئے خود اس کے علمبردار ہی اس کتاب عظیم اور عالم انسانی کے درمیان ایک حجاب بنے ہوئے ہیں۔ اور محض چند موہوم اندیشوں کی وجہ سے اس کے اسباق وبصائر کی نشر واشاعت منشائے خداوندی کے تحت کرنے سے قاصر ہیں۔ لیکن اگر وہ منشائے الہٰی کی رو سے جدید علوم کی روشنی میں قرآن حکیم کے اسباق وبصائر کو پیش کریں اور سائنٹیفک نقطۂ نظر سے اس کتاب حکمت کی تفسیر کریں۔ تو فکر ونظر کی دنیا میں ایک عظیم انقلاب برپا ہو سکتا ہے اور علم صحیح کی پیاسی اور متلاشی دنیا اس کے سرچشمہ سے بخوبی سیراب ہو سکتی ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم خود اپنے بارے میں پورے شد ومد کے ساتھ یہ اعلان کرتا ہے کہ وہ سارے جہاں اور تمام اقوام عالم کے لئے تذکرہ وتبصرہ اور تنبیہ وانتباہ کا سامان اپنے اندر رکھتا ہے۔

وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ (قلم ۵۲)

یہ قرآن سارے جہان کے لئے ایک تذکرہ ہے (یعنی کسی بھولی بسری حقیقت کو یاد دلانے یا چونکانے والا۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ (انعام ۹۰)

یہ تو سارے جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ

بڑا ہی برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فرقان (حق اور باطل میں فرق وامتیاز کرنے

نَذِيرًا ه

(فرقان ۱)

والی کتاب) نازل کیا تاکہ وہ سارے جہان کو متنبہ کر سکے۔

وَ أُوحِيَ إِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِأُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَ مَنْ بَلَغَ

(انعام ۱۹)

(اے محمد کہہ دو کہ) یہ قرآن مجھ پر اس لئے اتارا گیا ہے تاکہ میں اس (میں موجود شدہ مضامین) کے ذریعہ تم کو متنبہ کر سکوں اور ان لوگوں کو بھی جن تک یہ قرآن پہنچے۔

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَ لِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَ لِيَعْلَمُوْا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ لِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ

(ابراھیم ۵۲)

یہ قرآن (تمام) لوگوں کے لئے پیغام ہے تاکہ اس کے ذریعہ انہیں متنبہ کیا جا سکے اور وہ جان لیں کہ (اس کائنات میں) ایک ہی معبود ہے اور سنجیدہ عقل والے (اس کے اسباق و بصائر) پر چونک سکیں۔

لوگوں کے عقل و فہم کے مطابق تبلیغ ضروری

واضح رہے کہ قرآن مجید شرعی امور و مسائل کی بہ نسبت فکری و نظریاتی امور و مسائل سے زیادہ تفصیل سے بحث کرتا ہے تاکہ پہلے انسان کا رویہ اور اس کا عقیدہ درست ہو جائے جس کی وجہ سے وہ پوری رغبت کے ساتھ اپنے خالق و معبود کی اطاعت کر سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ مقصد عظیم فکر و نظر کی درستی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ انسانوں پر محض کوڑے کے بل بوتے پر حکم چلانا ممکن نہیں ہے جب تک کہ ان کے نفسیاتی احوال و کوائف بدل نہ جائیں اور وہ پوری رضا و رغبت کے ساتھ عمل کرنے پر آمادہ نہ ہو جائیں۔

لہٰذا دین اسلام کے علمبردار سوچیں کہ اقوام عالم کے اذہان و قلوب کو بدلنے اور قرآن حکیم کے منشا و مقصد کے مطابق ان کی ہدایت و رہنمائی کرنے اور ان کی نجات اخروی کا سامان مہیا کرنے کے سلسلے میں اس کتاب حکمت کو ان کے سامنے کس طرح پیش کر سکتے ہیں جو عصری تقاضوں کے مطابق ان کے نفسیاتی احوال و کوائف کو بدل سکتے ہوں۔ اس مقصد کے لئے ظاہر ہے کہ لوگوں سے ان کی عقل اور ان کے فہم کے مطابق گفتگو کرنا ضروری ہے ورنہ وہی مثل صادق آئے گی کہ ع

"زبان یار من ترکی و من ترکی نمی دانم"

یعنی میرے یار کی زبان ترکی ہے اور میں ترکی نہیں جانتا۔ ہر دور میں اس کے علوم وفنون کے پیش نظر اس دور کے لوگوں کا ایک عقلی مزاج ہوتا ہے۔ جسے دعوتِ دین میں پیش نظر رکھنا ضروری ہے جیسا کہ خود قرآن حکیم کی تعلیم ہے:۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ

(لوگوں کو) اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلاؤ۔ اور ان سے بہترین طریقے سے مباحثہ کرو (نحل ۱۲۵)

اس ربانی اصول کی شرح بعض روایات میں اس طرح آئی ہے۔

حضرت ابنِ عباس سے مروی ہے:۔

اُمِرْنَا اَنْ نُكَلِّمَ النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ

ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم لوگوں سے ان کی سمجھ کے مطابق گفتگو کریں [1]

ایک اور روایت حضرت علیؓ سے (موقوفاً) اس طرح منقول ہے:۔

حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا یَعْرِفُوْنَ۔ اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّكَذَّبَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

لوگوں سے ان کے جانے بوجھے مسائل کے ذریعہ گفتگو کرو کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلا دیا جائے [2]

ظاہر ہے کہ لوگوں کے جانے بوجھے امور ومسائل میں لوگوں کے متعارفہ علوم اور ان کے ذہنی ونفسیاتی احوال وکوائف وغیرہ سب کچھ آسکتے ہیں۔ اس لحاظ سے دین اسلام کے علمبرداروں پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اسلام کو اقوام عالم سے روشناس کرائیں۔ اور دین کی صحیح معنی میں تبلیغ کرنے کے لئے اقوام عالم کی زبانیں، ان کے علوم ومسائل اور ان کے ذہنی ونفسیاتی احوال وکوائف وغیرہ تمام چیزوں سے بھرپور واقفیت حاصل کریں۔ پھر ان کی سمجھ کے مطابق اسلام کو پیش کریں جو ایک حکیمانہ طریقہ ہے۔ ورنہ جو زبان اور جو اسلوب ان کے لئے اجنبی ہو وہ ان کے اذہان سے نامانوس ہونے کی بنا پر ان کے ذہن ودماغ کو متاثر نہیں کر سکتے اور ان پر اتمام حجت نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ تو صاف صاف فرماتا ہے کہ اس نے اپنے کلام ابدی میں پوری نوع انسانی

---

[1] کنز العمال ۱۰/۱۴۳، مطبوعہ حیدرآباد [2] ایضاً ۱۰/۱۴۶

کے لئے "آیات بیّنات" یعنی کھلے کھلے دلائل رکھ دیے ہیں تاکہ وہ گمراہی کی تہ بہ تہ تاریکیوں سے باہر نکل سکے۔ اور ان کھلے کھلے دلائل و براہین کا انکار فاسق و فاجر لوگ ہی کر سکتے ہیں۔ جو شخص اپنے گھمنڈ اور تکبر کی وجہ سے راہِ ہدایت اختیار کرنا ہی نہ چاہتے ہوں اور اس کتاب حکمت میں کھلے کھلے دلائل رکھ دینے کا مقصد وہ یہ بتاتا ہے کہ خدائے تعالیٰ چونکہ اپنی مخلوق پر بڑا ہی مہربان اور رحمدل ہے اس لیے وہ نہیں چاہتا کہ اس کی مخلوق خواہ مخواہ اور بلا وجہ گمراہ ہو جائے۔ جیسا کہ وہ پوری نوعِ انسانی کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَىٰ عَبْدِهِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ بِكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ (حدید ۹)	وہی ہے (تمہارا رب) جو اپنے بندے (محمدؐ) پر کھلے کھلے دلائل اتار رہا ہے۔ تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لائے اور اللہ واقعی تم پر بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔
وَلَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۖ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ۔ (بقرہ ۹۹)	(اے محمدؐ) ہم نے تیرے پاس روشن دلائل بھیج دیے ہیں جن کا انکار صرف بدکردار لوگ ہی کر سکتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ آیات بینات یا کھلے کھلے کیا دلائل ہیں جو نوعِ انسانی کے لئے اتمام حجت بن سکتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ ہر دور میں لوگوں کی سمجھ کے مطابق ان کی وضاحت کرنا دین کے علمبرداروں کا کام ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جب تک یہ دلائل نوعِ انسانی پر واضح نہ ہوں ان پر اعراض یا بدعملی کا الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ اس اعتبار سے صاف ظاہر ہے کہ اگر علمبردارانِ دین اپنے اس فریضے کی ادائیگی میں ناکام ہو جائیں تو پھر الزام بجائے اقوامِ عالم پر عائد ہونے کے خود حاملین دین پر عائد ہو جائے گا۔ اور وہ قابلِ مواخذہ ہوں گے یہی مطلب ہے اس حدیث شریف کا۔

الْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن تیرے لئے حجت ہے یا تجھ پر حجت ہے[1]

---

[1] صحیح مسلم ۱/۲۰۳، مطبوعہ ریاض

مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان جب تک قرآن پر عامل رہے گا۔ وہ اس کے لئے دلیل بنا رہے گا۔ لیکن جب وہ اسے چھوڑ دے گا یا اس کے خلاف عمل کرنے لگ جائے گا تو وہ اس پر حجت بن جائے گا۔ تو کیا حامیانِ اسلام آج اپنے اس فریضے کو پوری طرح ادا کر چکے ہیں یا ادا کرنے کے موڈ میں ہیں؟

خلاصۂ بحث یہ کہ موجودہ دور کے مزاج کے مطابق قرآن حکیم کی صحیح معنی میں تبلیغ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ جدید علوم و فنون سے واقفیت حاصل کی جائے۔ کیونکہ یہی وہ علوم ہیں جو آج ہمارے اور اقوام عالم کے درمیان "علوم متعارفہ" کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ یہ علوم آج نوع انسانی کے ذہنوں پر پوری طرح چھائے ہوئے ہیں اور وہ ان سے اس قدر مرعوب و متاثر ہیں کہ جب تک ان علوم کے ذریعہ ان پر حجت قائم نہ کی جائے۔ وہ کسی بھی بات کو سنجیدگی کے ساتھ سننے اور اس سے متاثر ہونے کے لئے آمادہ نظر نہیں آتے۔

علم مناظرہ کا ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ فریقین کے درمیان گفتگو کے لئے چند اولین امور کو متعین کر لینا چاہئے جن کی حیثیت متفقہ یا تسلیم شدہ اصولوں کی سی ہو جن کو "اصول موضوعہ" کہا جاتا ہے اور اس اعتبار سے آج جدید سائنسی علوم ہمارے اور اقوام عالم کے درمیان "اصول موضوعہ" کی حیثیت رکھتے ہیں جن کو بنیاد بنا کر ہم دین الٰہی کی برتری ثابت کر سکتے ہیں۔ لہٰذا ان علوم و مسائل سے کنارہ کشی آج ہمارے لئے ہر اعتبار سے باعث نقصان ہے۔

يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُوا الْأَلْبَابِ ۝ (بقرہ ۲۶۹)	اللہ جسے چاہتا ہے سمجھ دیتا ہے جسے سمجھ دی گئی اسے بہت بڑی خوبی مل گئی۔ نصیحت کی بات صرف وہی لوگ قبول کر سکتے ہیں جو پختہ عقل رکھنے والے ہوں۔

جدید علوم سے اعراض باعث نقصان اس لحاظ سے موجودہ دور میں کرنے کا کام یہ ہے کہ دین الٰہی کے پیرو ہر پہلو سے جدید تر تمام علوم و فنون کا جائزہ لے کر خدائی دلائل و براہین (آیات اللہ) کو چھانٹ کر نکالیں۔ جو موجودہ انسان پر مؤثر طور پر حجت بن سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ دلائل و براہین خود انسان کے مدوّن شدہ علوم سے ماخوذ ہونے کی بنا پر ناقابلِ انکار اور ناقابلِ تردید ہوں گے۔ گویا کہ موجودہ انسان خود اپنے ہی علوم سے مغلوب ہو جائے گا۔ اور یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں۔ بلکہ بہت بڑا واقعہ ہو گا۔ اور اس حیثیت سے جدید علوم و مسائل کی بے انتہا اہمیت ہے۔

بہر حال جدید علوم و مسائل سے مزید اعراض و انکار با حقائق و واقعات سے گریز و فرار ملت اسلامیہ کے لئے کئی اعتبارات سے باعث نقصان ہو سکتا ہے مثلاً :۔

۱۔ سب سے پہلی بات یہ کہ ہم قرآن حکیم کی تلقین کے مطابق نوع انسانی پر دین برحق کی حقانیت مؤثر طور پر ثابت نہیں کر سکتے ۔

۲۔ اس میدان میں پیچھے رہ کر ہم نہ صرف نوع انسانی کو خدا کی دین و شریعت سے روشناس کرانے میں ناکام ہوں گے بلکہ عالم انسانی کو مزید سرکشی اور برگشتہ بنانے والے بھی قرار پائیں گے جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں ایک قابل عتاب چیز ہے ۔

۳۔ جدید علوم و فنون سے دوری کی بنا پر ہم دنیوی اعتبار سے بھی نقصان میں رہیں گے ۔ کیونکہ ان علوم و فنون سے جو معاشی، تمدنی، سیاسی اور فوجی فوائد حاصل ہوتے ہیں ۔ ان میں پیچھے رہ کر ہم ایک پس ماندہ قوم و ملت بن کر رہ جائیں گے ۔ حالانکہ اسلام دنیا میں ایک غالب مذہب کی حیثیت سے وارد ہوا ہے اور اسے فکری و نظریاتی اور فوجی و سیاسی ہر میدان میں ایک غالب دین و مذہب کی حیثیت سے رہنا چاہئیے ۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے :۔

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ
بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ
إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ
الْكَافِرُونَ۔ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ
بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ
عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ
الْمُشْرِكُونَ ۔ (توبہ ۳۲، ۳۳)

یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی (نور ہدایت) کو اپنے منہ سے پھونک کر بجھا دیں ۔ مگر اللہ اپنی روشنی کو مکمل کئے بغیر نہیں رہے گا ۔ اگرچہ منکرین حق اس کو ناپسند ہی کریں اسی نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے خواہ وہ مشرکین اس کو ناپسند ہی کیوں نہ کریں ۔

۴۔ وہ قومیں جو جدید علوم و فنون میں فائق و برتر ہیں وہ ان اقوام کو خاطر میں نہیں لاتیں جو ان علوم سے عاری اور پس ماندہ ہیں ۔ کیونکہ انہیں اپنے ترقی یافتہ ہونے کا غرور رہتا ہے ۔ لہٰذا اس اعتبار سے بھی اہل اسلام کو ان علوم میں فوقیت و برتری حاصل کرنا ضروری ہے ۔

ان تمام حقائق کو ملحوظ رکھتے ہوئے مسلمان سوچیں کہ جدید علوم و فنون سے کنارہ کشی اختیار کر کے وہ

کن کن نقصانات سے دوچار ہو رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان علوم سے چشم پوشی دینی و دنیوی حیثیتوں سے قوموں اور ملتوں کی موت کے برابر ہے۔ لہذا ہمیں آنکھیں کھول کر حقیقت پسندانہ رویہ اختیار کرنا چاہئے۔

قرآن تمدنی امور میں بھی راہ نمائی کرتا ہے

ان تمام اعتبارات سے ضرورت ہے کہ ہمارے نصابِ تعلیم میں فوری تبدیلی کی جائے۔ اور دینی و اسلامی مدرسوں میں شرعی علوم کے ساتھ ساتھ تکوینی یا سائنسی علوم کو بھی جگہ دی جائے۔ ورنہ ہمارے نونہالوں کا خون ہماری گردن پر ہوگا اور ہم اللہ کے حضور میں جواب دہ ہوں گے۔

قرآن حکیم ہمارے لئے نہ صرف دینی و شرعی اعتبار سے صحیفۂ ہدایت ہے بلکہ وہ فکری و نظری اور تمدنی و اجتماعی مسائل و معاملات میں بھی ہمارے لئے ایک ناقابلِ فراموش ہدایت نامہ ہے۔ بالفاظِ دیگر وہ جن جن امور و مسائل میں تفریق نہیں کرسکتے۔ اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمیں فلاں اور فلاں چیزوں کی ضرورت ہے۔ مگر فلاں اور فلاں چیزوں کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اس طرح کی تفریق احکام الٰہی سے روگردانی ہوگی۔ ہمارا علم محدود اور خدائی علم لامحدود ہے۔ لہذا اطاعت الٰہی کا تقاضا ہے کہ انسان اپنی محدود عقل و دانش اور فکر و بصیرت کو خدائی بصیرت کے تابع کردے۔ ورنہ وہ خود بینی و خود نمائی کا مرتکب ہوگا۔ شریعت کا بنیادی و اصولی مسئلہ یہ ہے کہ جو بات یا جو حکم "نص صریح" سے ثابت ہو جائے اس میں ایک مسلمان کے لئے چون و چرا کی گنجائش نہیں ہوسکتی۔ بلکہ نص سے ثابت شدہ حکم کے مطابق عمل کرنا اس کے لئے واجب ہو جاتا ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَن يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا۔ (احزاب ۳۶)	کسی مومن مرد اور مومن عورت کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے تو انہیں اپنے کام میں اختیار باقی رہ جائے (ہرگز نہیں، تو) جس نے بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ کھلم کھلا گمراہ ہو گیا۔

علم اشیاء قرآن کا پانچواں ایک حصہ

اس لحاظ سے ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم پورے قرآن پر عمل کریں اور اس کے احکام و مسائل کو دو حصوں میں تقسیم کرکے اس کے ایک حصے کا (عملاً) انکار

ذہن میں واضح رہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی تقسیم کے مطابق قرآنی علوم کی پانچ قسمیں ہیں۔ جن میں سے ایک " علم التذکیر بآلاء اللہ " ہے[1] اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ احسانات الٰہی کے ذریعہ انسان کو یاد دہانی کرانے یا متنبہ کرنے کا علم۔ چنانچہ اس علم کے تحت قرآن حکیم کی وہ ساری آیات آسکتی ہیں جن میں انسان کے فکر و نظر کی اصلاح کی غرض سے مظاہر کائنات اور ان کے نظاموں سے تعرض کرتے ہوئے انسان کو صحیح رویہ اختیار کرنے ، احسانات الٰہی کو یاد کرنے اور اس کی سرکشی سے باز رہنے کی دعوت دی گئی ہے۔ لہٰذا سوچنے کی بات یہ ہے کہ اتنے بڑے اور اہل علم کو ہم کس طرح نظر انداز کرسکتے ہیں ؟

اس موقع پر حضرت شاہ ولی اللہ کی علمی بصیرت کی داد دینی چاہیئے۔ کہ انہوں نے مظاہر کائنات سے متعلق تمام آیات قرآنی کو ایک مختصر سے عنوان کے تحت اکٹھا کرکے اپنی قرآن فہمی اور ژرف نگاہی کا ثبوت دیا ہے۔ ہندوستان کے عربی مدارس کے تمام علماء و فضلاء اپنے آپ کو حضرت موصوف اور ان کے علوم کا وارث و جانشین مانتے ہیں۔ تو ان کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اس حقیقت کو تسلیم کریں اور اس علم کی اہمیت کو گھٹانے کی کوشش نہ کریں۔

بہرحال جب تک ہمارے علماء اس علم کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے عربی مدارس کے نصاب تعلیم میں ترمیم و اصلاح نہ کریں فکری حیثیت سے دنیا میں کوئی بڑا انقلاب نہیں آسکتا۔ اور اہل اسلام علمی و دنیوی سیادت کے منصب پر پھر سے فائز نہیں ہو سکتے۔ واقعہ یہ ہے کہ آج اقوام عالم فکری و نظریاتی اعتبار سے اہل اسلام کی بصیرت و رہنمائی کے منتظر ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ وہ اس میدان میں حقیقت پسندی کا ثبوت دے کر اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوں۔

جدید مسائل میں قرآن سے رجوع ضروری

اس موقع پر یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہیئے کہ جدید مسائل میں اصولی اعتبار سے سب سے پہلے قرآن حکیم ہی کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔ جیسا کہ اصول فقہ کا بنیادی مسئلہ ہے۔ اور اس کی تائید خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے طرز عمل سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معاذ بن جبلؓ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو اس موقع پر آپ نے ان سے بطور امتحان جو کچھ پوچھا وہ اس طرح منقول ہے :-

---

[1] الفوز الکبیر از شاہ ولی اللہ

كيف تقضي؟ فقال اقضي بما في كتاب الله. قال فان لم يكن في كتاب الله؟ قال فبسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فان لم يكن في سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اجتهد رأى. قال الحمد لله الذي وفق رسول رسول الله صلى الله عليه وسلم.	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذؓ سے پوچھا کہ جب تمہارے سامنے کوئی نیا قضیہ پیش ہو تو تم کس طرح فیصلہ کرو گے؟ معاذ نے عرض کیا کہ میں اس کا فیصلہ کتاب اللہ سے کروں گا اس پر آپ نے پوچھا کہ اگر تم اس کا حل کتاب اللہ میں نہ پاؤ تو کیا کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا پھر میں سنت رسول کے ذریعہ اس کا فیصلہ کروں گا۔ اس پر آپ نے پوچھا کہ اگر ان دونوں میں بھی مسئلے کا حل نہ نکل سکے تو؟ کہا کہ پھر میں اپنی رائے کے مطابق اجتہاد کروں گا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خوش ہوکر) فرمایا۔ الحمد للہ کہ اس نے رسول کے نمائندہ کو صحیح توفیق عنایت کی [1]

صحابہ کرام اور خاص کر خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطابؓ کا عمل اسی پر تھا کہ جب بھی کوئی نیا مسئلہ پیش آتا تو سب سے پہلے قرآن مجید میں غور کرکے اس کا حل نکالنے کی کوشش کرتے پھر اس کے بعد کسی اور چیز کی طرف توجہ فرماتے۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے اپنی طبقات میں ایک عنوان باب کے تحت تحریر کیا ہے :-

وكانت الائمة بعد النبي صلى الله عليه وسلم يستشيرون الامناء من اهل العلم في الامور	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ائمہ کا طرز عمل یہ تھا کہ وہ مباح چیزوں میں قابل اعتماد اہل علم سے مشورہ کیا کرتے تھے تاکہ وہ آسان باتوں کو

---

[1] ترمذی کتاب الاحکام ۳/۶۱۶ مطبوعہ بیروت، ابو داؤد کتاب الاقضیہ ۴/۱۸، ۱۹ مطبوعہ حمص (شام) مسند احمد ۵/۲۳۶، مطبوعہ بیروت، دارمی ۱/۶۰ (بیروت)

المباحة ليأخذوا بأسهلها فاذا وضح الكتاب او السنة لم يتعدوه الى غيره اقتداءً بالنبي صلى الله عليه وسلم

اختیار کر سکیں، مگر جب قرآن یا حدیث کسی مسئلے پر (اچھی طرح) روشنی ڈال دیتے تو پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار کرتے ہوئے کسی دوسری چیز کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے[1]

اور مشہور شارح بخاری حافظ ابن حجر "مباح چیزوں" کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

اي اذا لم يكن فيها نص بحكم معين وكانت على أصل الاباحة - فمراده ما احتمل الفعل والترك احتمالاً واحداً وأما ما عرف وجه الحكم فيه فلا۔

یعنی مباح چیزوں سے مراد وہ امور ہیں جن میں کوئی نص متعین حکم کے ساتھ موجود نہ ہو بلکہ وہ اصلاً مباح ہو، اور ان کا کرنا یا نہ کرنا دونوں برابر ہوں۔ لیکن جن امور میں حکم واضح ہو جائے تو پھر ان میں کرنے یا چھوڑنے کا اختیار باقی نہیں رہتا۔ بلکہ نص کے مطابق عمل کرنا لازم ہو جاتا ہے)[2]

پھر اس کے بعد حافظ ابن حجر خلیفۂ اول اور خلیفہ ثانی کے اس سلسلے میں طرز عمل پر روشنی ڈالتے ہوئے بیہقی کی ایک روایت (جو سند صحیح کے ساتھ مروی ہے) اس طرح نقل کرتے ہیں۔

عن ميمون بن مهران قال كان ابوبكر الصديق اذا ورد عليه امر نظر في كتاب الله فان وجد فيه ما يقضي به قضى بينهم - وان علمه من سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم قضى به - وان لم يعلم خرج

میمون مہران سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کا طرز عمل یہ تھا کہ جب آپ کے سامنے کوئی معاملہ پیش ہوتا تو وہ اللہ کی کتاب پر نظر ڈالتے اور اس میں اس کا حل مل جاتا تو لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے اور اگر سنت رسول سے کوئی بات معلوم ہو جاتی تو اس کے مطابق فیصلہ فرماتے۔ پھر اگر ان دونوں

---

[1] صحیح بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ۸/۱۶۲ مطبوعہ استنبول [2] فتح الباری از حافظ ابن حجر ۱۳/۳۴۲ مطبوعہ ریاض

فسائل المسلمين عن السنة فان اعياه ذلك دعا رؤوس المسلمين و علماءهم و استشارهم . و ان عمر ابن الخطاب كان يفعل ذلك

میں کوئی چیز نہ ملتی تو باہر نکل کر عام مسلمانوں سے سنت رسول کے بارے میں دریافت کرتے۔ لیکن اگر اس میں بھی کامیابی نہ ہوتی تو پھر سربرآوردہ مسلمانوں اور علماء کو طلب کرتے ان سے مشورہ فرماتے۔ اور حضرت عمرؓ کا بھی طرزِ عمل اسی طرح تھا[1]

چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں قاضی شریح کو جو مکتوب تحریر کیا اس میں بطور خاص اس اصول پہ زیادہ زور دیا کہ جب قرآن میں کوئی بات مل جائے تو کسی دوسری چیز کی طرف نگاہ بھی نہ ڈالو۔

عن شريح ان عمر بن الخطاب كتب اليه إن جاءك شيء في كتاب الله فاقض به ولا يلتفتك عنه الرجال

قاضی شریح کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے انہیں تحریر فرمایا کہ اگر تمہیں قرآن میں موجود کوئی چیز مل جائے تو تم اسی کے مطابق فیصلہ کرو اور دیکھو کہ لوگ تمہیں اس فیصلے سے ہٹانے نہ پائیں[2]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے:۔

فاذا سئلتم عن شيء فانظروا في كتاب الله . فان لم تجدوه في كتاب الله ففي سنة رسول الله فان لم تجدوه في سنة رسول الله فما اجمع عليه المسلمون . فان لم يكن فيما اجتمع عليه المسلمون

جب تم سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا جائے تو قرآن پر نظر ڈالو۔ اگر تم اسے قرآن میں نہ پاؤ تو مسلمانوں کے اجماع کو دیکھو۔ اگر اجماع میں بھی وہ چیز نہ ملے تو پھر اپنی رائے کے مطابق (قرآن اور حدیث کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے) اجتہاد کرو۔ مگر یہ نہ کہو کہ میں ڈرتا ہوں اور خدشہ محسوس کرتا ہوں کیونکہ شریعت میں حلال

---

[1] فتح الباری ۱۳/۳۴۲، نیز دارمی ۱/۵۸ [2] سنن دارمی ۱/۶۰

فاجتهد رأيك ولا تقل اني اخاف و اخشى فان الحلال بيّن و الحرام بيّن و بين ذلك امور مشتبهة فدع ما يريبك الى ما لا يريبك

بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان چند مشتبہ چیزیں ہیں تو تم ان چیزوں کو چھوڑ دو جو مشکوک و مشتبہ ہوں اور ان چیزوں کو لے لو جو مشکوک و مشتبہ نہ ہوں[1]

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ ظالم اور گنہگار ہیں، چنانچہ امام بخاری نے "کتاب الاعتصام" میں ایک باب اس طرح باندھا ہے۔

باب ما جاء في اجتهاد القضاة بما انزل الله تعالى لقوله و من لم يحكم بما انزل الله فاولئك هم الظلمون - و مدح النبي صلى الله عليه و سلم صاحب الحكمة حين يقضي بها و يعلمها لا يتكلف من قبله و مشاورة الخلفاء و سؤالهم اهل العلم۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے اس قول "جو لوگ اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ ظالم ہیں" کے تحت قاضی صاحبان کے اجتہاد کا بیان۔ اور یہ بیان کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے حکیم و دانا شخص کی تعریف و توصیف فرمائی ہے جو خدا کی دی ہوئی حکمت و بصیرت کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیتا ہے۔ نیز وہ خلفائے وقت سے مشورہ اور اہل علم سے (نامعلوم امور و مسائل میں) رجوع کرنے میں اپنی طرف سے کوئی تکلف نہیں کرتا۔

پھر اس عنوان کے تحت امام بخاری نے یہ حدیث درج کی ہے جو عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه و سلم- لا حسد الا في اثنين

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صرف دو قسم کے لوگوں سے رشک کیا جا سکتا ہے۔ ایک

[1] سنن نسائی کتاب آداب القضاۃ ۸/۲۳۰ (بیروت) دارمی ۱/۶۰، ۶۱

رجلٌ أتاه الله مالاً فسلّط على هلكته في الحق۔ و آخر أتاه الله حكمةً فهو يقضى بها و يعلمها۔

وہ شخص جس کو اللہ نے کچھ مال دیا ہو اور وہ اسے صحیح کاموں میں خرچ کرنے پر مامور کر دیا ہو۔ اور دوسرا شخص وہ ہے جسے اللہ نے حکمت و دانائی کی کوئی بات دی ہو جس کے مطابق وہ فیصلہ کرتا اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیتا ہو[1]

امام بخاری کے اس بیان کا حاصل یہ ہے کہ ایک عالم کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کرنا چاہیے۔ اور جو لوگ ایسا نہیں کرتے وہ ظالم اور گنہگار ہیں۔

قرآن ہر دور کے لئے فیصلہ کن کتاب

ان واضح احکام و ہدایات کا تقاضا ہے کہ ہمارے ائمہ و مجتہدین نئے مسائل میں فیصلہ کرنے اور امت اسلامیہ کی صحیح رہنمائی نہ کرنے سے پہلو تہی نہ کریں۔ بلکہ جدید مسائل میں بر وقت فیصلہ کر کے ملت اسلامیہ کو مصیبت سے نکالیں۔ کتاب الٰہی میں قیامت تک پیش آنے والے ہر مسئلے اور ہر قضیہ کا اصولی انداز میں جواب مل سکتا ہے۔ مگر اس کے لئے بڑی بصیرت اور باریک بینی کی ضرورت ہے۔ بہر حال ایک حدیث کے مطابق کہا گیا ہے کہ قرآن حکیم کے عجائب کی انتہا نہیں ہو گی۔ بلکہ اس میں ہر دور والوں کی "خبریں" بھی مذکور ہیں۔ جو متعلقہ ادوار کے (علمی و فکری اور تہذیبی و تمدنی) فتنوں سے نکلنے کے سلسلے میں رہنمائی کرتی ہیں۔ چنانچہ حضرت علیؓ سے مروی ہے:۔

أما اني سمعت رسول الله صلى الله عليه و سلم يقول: ستكون فتنٌ قلت وما المخرج منها؟ قال كتاب الله۔ فيه نبأما قبلكم و خبر ما بعدكم و حكم ما بينكم، هو الفصل ليس

ہاں تو دیکھو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرمایا کرتے تھے کہ عنقریب فتنے رونما ہوں گے۔ میں نے پوچھا کہ ان فتنوں سے نکلنے کی سبیل کیا ہو گی؟ تو آپ نے فرمایا اللہ کی کتاب اللہ کی کتاب (یعنی اس کو مضبوطی سے پکڑ لو) جس میں تمہارے دور سے پہلے کے واقعات

---

[1] صحیح بخاری کتاب الاعتصام ۸/۱۵۰

بالهزل. هو الذى من تركه من جبار قصمه الله. و من ابتغى الهدى فى غيره اضله الله. فهو حبل الله المتين و هو الذكر الحكيم. و الصراط المستقيم و هو الذى لا تزيغ به الاهواءُ. ولا تلتبس به الالسنة ولا يشبع منه العلماء ولا يخلق عن كثرة الرد ولا تنقضى عجائبه و هو الذى لم ينته الجن اذ سمعته ان قالوا (انا سمعنا قرآنا عجبا) هو الذى من قال به صدق و من حكم به عدل و من عمل به اجر. و من دعا اليه هدىً الى صراطٍ مستقيم۔

بھی ہیں۔ اور تمہارے بعد والوں کی خبریں بھی اور اس میں تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والی چیز بھی موجود ہے۔ وہ ایک فیصلہ کن قول ہے نہ کہ فضول چیز۔ جو کوئی سرکش اُسے (گھمنڈ کی بنا پر) چھوڑے گا تو اللہ توڑے گا اور جو کوئی اسے چھوڑ کر کسی دوسری چیز سے رہنمائی حاصل کرے گا تو اللہ اسے گمراہ کر دے گا۔ وہ اللہ کی مضبوط رسی ہے وہ حکمت سے بھرپور تذکرہ ہے۔ وہی سیدھا راستہ ہے یہی وہ چیز ہے جس سے لوگوں کی خواہشات بے قابو نہیں ہو سکتیں۔ اور انسانی زبانیں (اس کے اسلوب اور طرز ادا سے) میل نہیں کھاتیں۔ علماء اس (کی تلاوت) سے سیراب نہیں ہو سکتے اور کثرت تکرار کے باوجود پرانا نہیں ہوتا اس کے (علمی) عجائب کبھی ختم نہیں ہو سکتے یہی وہ کلام ہے جب جنوں نے اس کو سنا تو وہ بھی یہ کہے بغیر نہ رہ سکے کہ "ہم نے ایک عجیب وغریب قرآن سنا ہے"۔ یہی وہ کلام ہے کہ جس نے بھی اس کے مطابق کہا اس نے سچ کہا جس نے اس کے ذریعہ فیصلہ کیا اس نے انصاف کیا جس نے اس پر عمل کیا تو وہ ماجور ہوا۔ اور جس نے اس کی طرف بلایا تو اسے صراط مستقیم سے نوازا گیا [1]

(بقیہ صفحہ پر)

---

[1] ترمذی کتاب فضائل القرآن ۵/۱۷۲ (بیروت)
دارمی ۲/۴۳۵